جدید طبی مسائل اوران کا حل

سید اسرار الحق، حیدرآباد

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں میڈیکل سائنس نے کافی ترقی حاصل کی ہے اور اس سائنسی انقلاب کی وجہ سے بہت سے ایسے جدید مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن کا شرعی حل تلاش کرنا علماء وارباب افتاء کیلئے نہایت ضروری ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی علماء اور ارباب دانش کی ایک ایسی جماعت اس کیلئے تیار ہو گئی ہے، جو اپنے علمی مقام اور تقویٰ وتورع ہر دو اعتبار سے ہر طرح قابل اعتماد ہے اور امت کو دورِ حاضر کے جدید مسائل کے شرعی حل سے واقف کرا رہی ہے، خدا کرے یہ مبارک سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور اس کے فیض کا سوتا کبھی بند نہ ہو۔

محور اول

(۱) ناتجربہ کار ڈاکٹر کا حکم:

لوگوں کو چاہئے کہ وہ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے اپنا علاج کرائیں، تا کہ صحت جسمانی جو ایک بہت بڑی نعمت ہے، کی اچھی طرح حفاظت ہو سکے، امام مالکؒ (۹۳-۱۷۹ھ) نے اپنی مؤطا میں ایک روایت نقل کی ہے، جس سے ماہر طبیب سے علاج کرانے کی ترغیب ملتی ہے:

> امام مالک زید بن اسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور کے زمانہ میں ایک آدمی زخمی ہوا، جس کی وجہ سے بدن کے اندر خون جمع ہو گیا، اس آدمی نے بنوانمار کے دو آدمیوں کو بلایا۔ ان دونوں نے آپؐ کی طرف دیکھا اور انہوں نے سمجھا کہ حضورؐ نے ان دونوں سے فرمایا: ''تم دونوں میں کون علاج کرنے میں زیادہ ماہر ہے؟'' ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کے رسول! کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مرض پیدا کیا ہے، اسی نے اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے۔
>
> (مؤطا امام مالک، ۲۷۵: اشرفی بک ڈپو دیوبند)

اس حدیث کو علامہ ابن قیم جوزی (۷۵۱ سنہ ۶۹۱ء) نے بھی نقل کیا ہے، اس حدیث کے ذیل میں وہ لکھتے ہیں:

> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ ہر علم وفن میں ان کے ماہرین سے رجوع کیا جائے، کیونکہ ماہر فن اپنا کام درستگی سے کرسکتا ہے۔ (الطب النبوی، ۱۰۷، دارالکتب العربی بیرت ۱۹۸۵ء)

ایسا ڈاکٹر اور طبیب جس نے کوئی سرکاری ڈگری حاصل نہیں کی ہو، محض ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنیاد پر مریض کا علاج کرتا ہو، تو دیکھا جائے گا کہ مریضوں پر اس کا تجربہ اکثر صحیح ہوتا ہے یا اکثر غلط، اگر اس کا تجربہ علاج اکثر غلط ثابت ہوتا ہے تو ایسے ڈاکٹر کو علاج کرنے سے روکا جائے گا، چنانچہ امام فخر الدین اوزجندی (م: ۲۹۵ھ) لکھتے ہیں:

اذا سمعتم بالطاعون فی ارض فلا تدخلوها، و اذا بارض و انتم بها فلا تخرجوا عنها (بخاری: ۸۵۳/۲)

جب تمہیں معلوم ہو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے، تو تم وہاں مت جاؤ، اور اگر تم طاعون زدہ علاقہ میں ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

اس پاک ارشاد میں سماج والوں کو ہدایت ہے کہ وہ مریض کو چھوڑ کر نہ بھاگیں، بلکہ مریض کی خبرگیری کریں۔ امام محمد الغزالی (۵۰۵، ۴۴۵ھ) لکھتے ہیں:

> اگر تندرست لوگوں کو شہر سے جانے کی اجازت دے دی جائے تو شہر میں سوائے مریض کے کوئی نہیں رہیگا، جو مرض کی وجہ سے کہیں جانے سے قاصر ہیں، لہٰذا ان کا دل ٹوٹ جائے گا، اور کوئی ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا نہیں رہے گا۔ شہر میں ایک آدمی بھی نہیں ہوگا جو مریضوں کو دوا پلائے، کھانا کھلائے، جب کہ وہ خود کھانے پینے سے مجبور ہیں۔ ایسا کرنا گویا ان کو مزید ہلاکت کے قریب پہنچا دینا ہے۔ (احیاء علوم الدین: ۲۹۱/۴ ط: دارالمعرفۃ بیروت)

اسی طرح سماج والوں کی ذمہ داری ہوگی کہ اگر ایسا کوئی مریض فوت ہو جائے، تو وہ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کریں۔

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالی: الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفه فی الفقه ☆

(۴) مریض کا خون پیش کرنا:

ایڈز کے مریض نے مرض منتقل کرنے کی غرض سے کسی کو اپنا خون چڑھانے کے لئے دیا، یا اپنی بیوی سے ہم بستری کی، جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ایڈز کے شکار ہو گئے، تو ایسا شخص شرعاً گنہگار ہوگا اور تعزیر وسزا کا مستحق ہوگا۔

لیکن اس نے بے خیالی میں اور مرض منتقل کرنے کا ارادہ کئے بغیر ہم بستری کی یا دوسرے کو خون پہنچایا تو وہ گنہگار تو نہیں ہوگا، البتہ قانونی طور پر مجرم ضرور قرار پائے گا۔

(۵) فسخ نکاح کا حق:

کسی عورت کا شوہر ایڈز کا مریض ہو، تو عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہوگا، جیسا کہ جذام اور دوسرے موذی و متعدی امراض میں امام محمدؒ کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ خانیہ، ۱/۴۱۳) لیکن امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان ہی عیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا حق ہوگا جن کی وجہ سے جنسی تعلق ممکن نہ ہو، نیز ان دونوں کے نزدیک اگر ایک مرتبہ شوہر نے بیوی سے جنسی رشتہ قائم کر لیا تو اب عورت کا جنسی حق ختم ہو گیا، لہٰذا جذام یا ایڈز کی وجہ سے شیخین کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہوگا۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ جذام وغیرہ بھی منجملہ وطی سے مانع ہے، نیز نامردی وغیرہ کی بناء پر عورت کو جو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، وہ اس وجہ سے کہ عورت سے ضرر دور کیا جائے اور جذام، برص وغیرہ امراض میں اس سے زیادہ ضرر موجود ہے۔ (بدائع الصنائع، ۲/ ۳۲۷)

امام محمد کی دلیل قرین قیاس بھی ہے اور فقہی قاعدہ ''الضرر یزال'' (ضرر کو دور کیا جائے) کے مطابق بھی، نیز احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مؤطا کی روایت ہے:

عن سعید بن المسیب انه قال ایما رجل تزوج امراة و به جنون او ضر تخیرت، ان شاء ت قوت و ان شاء ت فارقت. (مؤطا امام محمد ۲۴۸)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس آدمی نے نکاح کیا اور اس کو جنون یا اور کوئی موذی امراض ہے، تو عورت کو اختیار ہوگا، اگر چاہے تو نکاح پر باقی رہے اور چاہے تو تفریق کرالے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

جمہور علماء و فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہو گا، چنانچہ حافظ ابن حجر (۸۵۲ـ۷۷۳ھ) کا بیان ہے:

کوڑھی سے بھاگنے والی روایت سے زوجین کے درمیان فسخ نکاح پر استدلال کیا گیا ہے، جب کہ ان میں سے کسی کو یہ مرض لاحق ہو، یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (فتح الباری، ۱۰/۱۶۲)

علامہ علاؤالدین ابوالحسن علی لکھتے ہیں:

جب شوہر نابالغ ہو، یا اس کو جنون، جذام یا برص کا مرض ہو، تو کتاب الرضاع کے مسئلہ کے مطابق یہاں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہو گا۔ (الاختیارات العلمیہ، ۴/۱۳۰)

(۶) اسقاطِ حمل:

فقہاء نے عذر کی بنا پر اسقاطِ حمل کی اسی وقت تک اجازت دی ہے، جب تک بچہ کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو، چنانچہ اوزجندی فرماتے ہیں:

دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل قرار پا جائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے، اور بچہ کا باپ دایہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بچہ کی ہلاکت کا خوف ہے، تو فقہاء کہتے ہیں: ایسی صورت میں اسقاطِ حمل جائز ہے، جب تک کہ حمل نطفہ، بستہ خون اور لوتھڑے کی شکل میں ہو اور کوئی عضو نہ بنا ہو، اس کی مدت چار مہینے متعین کی گئی ہے، عورت کے لئے ایسی صورت میں اسقاطِ حمل جائز ہوگا، اس لئے کہ اس مدت میں حمل انسان کے حکم میں نہیں ہے۔ (خانیہ: ۳/۴۱۰)

لہٰذا چار مہینے پورے ہونے کے بعد اسقاطِ حمل جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت نطفہ انسانی شکل اختیار کر چکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی نے خلقت ظاہر ہونے کے بعد اسقاطِ حمل کیا تو ''غرہ'' واجب ہوگا: و ان استطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة. (حوالہ سابق)

(۷) تعلیم سے محروم کرنا:

ایڈز کے مریض بچے یا بچیوں کو اسکول میں داخلہ سے محروم کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اسکول میں بچوں کے ساتھ بیٹھنے سے یہ مرض دوسروں کو منتقل نہیں ہوتا ہے، نیز بچوں کا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو جانا یا آپس میں لڑائی کی وجہ سے ایک کو دوسرے کا خون لگ جانا، یہ محض امکانی درجہ کی بات ہے، جس کی وجہ سے بچوں کو پڑھائی سے روکنا مناسب نہیں......... البتہ مغربی ممالک جہاں کالج اور اسکول کے بچوں میں بھی جنسی بے راہ روی عام ہے، حکومت ایسے بچوں کو اسکول اور کالج جانے سے روک سکتی ہے۔

(۸) والدین کی ذمہ داری:

کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہو، تو اس کے والدین اور اہل خانہ کی ذمہ داری ہوگی کہ ایسے بچوں کے علاج معالجہ کا اہتمام کریں، اس کی مزاج پرسی کرتے رہیں، نہ کہ اس کو بالکل اچھوت بنا کر چھوڑ دیں، اسی طرح سماج والوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے بچوں کو اچھوت نہ سمجھیں بلکہ اس کو بھی معاشرہ میں جینے کا حق دیں۔

(۹) مرض الموت کا حکم:

ایڈز، طاعون اور کینسر کے مریض جب ناامیدی کے درجہ میں پہنچ جائیں اور موت کا غالب گمان ہونے لگے، تو ان کیلئے مرض الموۃ کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:
مرض الموت ایسا شخص ہے جو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے نہ نکل سکے، یہ زیادہ صحیح قول ہے جیسا کہ ''خزانۃ المفتیین'' مین ہے، مرض الموت کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں، فتویٰ کے لئے بہتر قول یہ ہے کہ اگر موت کا غالب گمان ہو، تو مرض الوفاۃ کا حکم لگایا جائے گا، خواہ مریض بستر پر پڑا رہتا ہو یا نہیں، جیسا کہ ''مضمرات'' میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، ۴/۱۷۶)

(۱۰) آمدورفت پر پابندی:

حکومت اگر طاعون اور دوسرے مہلک امراض میں لوگوں کو وہاں آنے جانے پر پابندی لگاتی ہے، تو حکومت کا ایسا کرنا شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے، کیونکہ حدیث میں طاعون زدہ علاقہ میں

جانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وہاں سے نکلنے سے بھی روکا گیا ہے۔(مسند احمد:۱/۱۷۸)

(۱۱) ضرورت کے تحت نکلنا:

حضورؐ نے طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے۔ شارحین حدیث کے اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ نے بطور سد ذریعہ منع فرمایا ہے، تاکہ لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے کہ اگر میں وہاں نہیں جاتا تو اس مرض میں مبتلا نہ ہوتا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہو جن کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو، حافظ ابن حجر نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے لکھتے ہیں:

> آپؐ کا منع فرمانا بدشگونی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے ممانعت ہے، یا بطور سد ذریعہ ہے کہ جو طاعون زدہ علاقہ میں جائے، اس کو یہ اعتقاد نہ ہو جائے کہ اس کو دوسروں کا مرض اثر کر گیا ہے، کیونکہ شریعت میں ایسا خیال رکھنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور ایسے آدمی کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہے، جس کو پورے طور پر اللہ پر بھروسہ ہو اور اس کا یقین پختہ ہو۔
>
> (فتح الباری:۱۰/۱۸۷)

لہٰذا ایسے لوگوں کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہوگی، جو کسی کام سے باہر گئے ہوں اور ان کا کام ختم ہو گیا ہو، اور اپنے وطن آنا چاہتے ہوں، یا طاعون والے علاقہ میں ان کے اہل و عیال ہوں اور اہل خانہ کو ان کی ضرورت بھی ہو۔

اسی طرح وہ لوگ جن کو اب طاعون زدہ علاقہ میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے وطن جانا چاہتے ہیں، تو ان کو اس علاقہ سے اپنے وطن جانے کی اجازت ہوگی، چنانچہ حافظ ابن حجر کا بیان ہے:

> جو شخص کسی ضرورت کی بناء پر، نہ کہ طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلے، مثلاً کچھ لوگ کسی شہر میں جانے کے لئے تیار تھے اور طاعون آ پڑا، گویا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اتفاقاً تیاری کے دوران طاعون آن پڑا، چونکہ ان لوگوں کا ارادہ طاعون سے بھاگنے کا نہیں ہے، اس لئے وہ لوگ ممانعت میں داخل نہیں ہوں گے اوران کا نکلنا جائز ہوگا۔(فتح الباری: ۱۰/۱۸۸)

اسی طرح جن لوگوں کو طاعون والے علاقہ سے باہر علاج ومعالجہ یا کسی دوسرے کام کے لئے جانے کی ضرورت ہو، تو ان کے لئے طاعون زدہ علاقہ سے باہر دوسری جگہ جانے کی گنجائش ہو گی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

جس کو کوئی ضرورت پیش آ جائے، اور وہ طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کا ارادہ کرے، اس صورت میں اختلاف ہے، جن لوگوں نے ناجائز کہا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ بھی فی الجملہ فرار کی ایک صورت ہے......... جن لوگوں نے اجازت دی ہے، ان کا کہنا ہے کہ فرار سے یہ صورت مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ اس نے محض فرار کا ارادہ نہیں کیا ہے، بلکہ دوا علاج کے واسطے نکلنا چاہتا ہے۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۸۸)

محور سوم

(ا) ڈاکٹر کا افشاء راز:

ایک ماہر چشم ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا معائنہ کیا، معلوم ہوا کہ اس کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن بظاہر وہ آنکھ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، لڑکی والوں کے دریافت کرنے پر اگر ڈاکٹر صحیح بات بتا دیتا ہے تو لڑکی والے ایسے لڑکے سے شادی نہیں کرائیں گے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے مناسب نہیں ہوگا کہ وہ لڑکی والوں کو صحیح بات بتائے، اس لئے کہ ایک آنکھ کی خرابی سے کسی کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں ہے۔

۲۔ ڈاکٹر کی طبی جانچ میں یہ بات معلوم ہوئی کہ فلاں مرد وعورت (جن کے درمیان رشتہ کی بات چیت چل رہی ہے) کے مادہ منویہ میں تولید کے جراثیم نہیں ہیں، جس کی وجہ سے اولاد پیدا نہیں ہو سکے گی، یا ناقص الاعضاء اولاد ہوگی، ایسی صورت میں ڈاکٹر کو اختیار ہوگا کہ اس صورت حال سے دونوں کے گارجین کو مطلع کر دے، علامہ حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

فتباح غيبة مجهول و متظاهر بقبيح ولمصاهرة. (درمختار: ۵/۲۸۹)

مجہول آدمی، برائی کا مظاہرہ کرنے والے اور رشتہ کی دریافت کی خاطر غیبت جائز ہے۔

۳۔ اسی طرح ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نامرد ہے، یا اس میں ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہوسکتا یا عورت میں ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے اولاد پیدا ہونی ناممکن ہے۔ ڈاکٹر سے اگر ایسے مریض کے بارے میں رشتہ کی خاطر پوچھا جائے تو ڈاکٹر کا مرض بتانا صحیح ہوگا، علامہ شامی (۱۲۵۲ھ ۱۹۸۱ء) غیبت کے بیان میں فرماتے ہیں:

> کوئی آدمی چور یا زانی غلام خرید رہا ہو، تو دوسرے کو غلام کا عیب بتا دینا جائز ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے دیکھا کہ خریدار بیچنے والے کو کھوٹے سکے دے رہا ہے تو وہ کہہ دے کہ کھوٹا سکہ لینے سے بچو۔ (ردالمحتار: ۵/۲۹۰)

۴۔ اگر کوئی ڈرائیور بصارت کھو جانے کے باوجود گاڑی چلاتا ہو تو ڈاکٹر کا اخلاقی فرض ہوگا کہ وہ متعلق محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع دے۔ اگرچہ ڈرائیور سرکاری ملازم ہو اور خطرہ ہو کہ نوکری ختم ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ انسانی جان کے مقابلہ میں معاشی پریشانی کا ضرر کم تر ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے:

> الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف. (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۸۸)
>
> کم تر ضرر کے مقابلہ شدید تر ضرر کو دور کیا جائے۔

۵۔ جو لوگ جہاز، ٹرین یا بس نشہ کی حالت میں چلاتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کو خطرہ پہنچنے کا شدید اندیشہ ہو، تو ڈاکٹر اور دوسرے لوگوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلق محکمہ کو اس کی اطلاع کریں، تاکہ لوگوں کو خطرات سے بچایا جا سکے۔ علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں:

> ہر وہ عیب جس کو لوگ ناپسند کریں، مناسب ہے کہ اس سے خاموشی اختیار کی جائے، مگر جب اس کے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کو دور کرنا ہو، تو اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔
>
> (المذاہب الاربعہ: ۵/۴۵۱)

۶۔ کسی عورت نے اپنی ناجائز اولاد کو کہیں راستہ پر ڈال دیا اور ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دے دی،

تو ڈاکٹر کے لئے اس کی رازداری ضروری ہوگی۔ البتہ بچہ کے بارے میں حکومت کو اطلاع دے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ فخرالدین اوزجندی کا بیان ہے:

بچہ کو اٹھانے والے شخص کے لئے جائز ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی رقم اس پر خرچ کرنا نہیں چاہتا ہے کہ وہ اس معاملہ کو حاکم کے سامنے پیش کرے۔ (فتاویٰ خانیہ، ۳/۳۹۶)

۷۔ شراب سے علاج:

ماہر نفسیات ڈاکٹر کو یقین ہو کہ کثرت سے شراب کے عادی شخص کو اگر شراب میں کوئی متلی آنے والی دوا ملا کر مریض کو پلائی جائے، تاکہ مریض شراب سے نفرت کرتے ہوئے شراب نوشی چھوڑ دے گا، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے علاج ممکن نہ ہو، تو شراب سے علاج کیا جا سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر ڈاکٹر نے مریض کے لئے شراب سے علاج کا مشورہ دیا، ائمہ بلخ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اگر اس سے صحت کا یقین ہو تو اس کے لئے شراب سے علاج درست ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۵/۳۵۵)

۸۔ جرائم پیشہ لوگوں کا افشاء راز:

جرائم پیشہ اور جاسوسی کرنے والے افراد اگر ڈاکٹر کو اپنا راز بتلا دیں اور ان کے پیشہ سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ افراد کو اس کی اطلاع کرے، تاکہ لوگ ان کی ضرر سے محفوظ رہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۵/۴۵۱)

۹۔ حدود کے باب میں گواہی دینا:

جس طرح دیکھنے کے بعد گواہی دینے کا حق (تحمل شہادت) ہو جاتا ہے، اسی طرح اقرار کو سننے کے بعد بھی گواہی دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین سمرقندی (م: ۵۳۹ھ) فرماتے ہیں:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

معاملہ کا مشاہدہ کرنے یا مجرم کا اقرار سننے کے بعد گواہی دینا صحیح ہو جاتا ہے۔ (تحفۃ الفقہاء: ۳/۳۶۱)

حدود و قصاص کے باب میں گواہوں کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو پردہ داری کریں اور چاہیں تو حاکم کے پاس گواہی دے دیں، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر حدود کے ساتھ کسی کا مال یا کوئی حق متعلق ہو جائے، تو گواہی دینی ضروری ہو جاتی ہے، علامہ برہان الدین مرغینانی (م: ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

> حدود کے باب میں گواہی دینے کے بابت گواہوں کو اختیار ہے کہ چاہیں تو پردہ پوشی کریں یا اظہار کر دیں، مگر مال کے سرقہ میں گواہی دینی ضروری ہے، چنانچہ وہ کہے گا، چور نے فلاں مال لیا، تاکہ صاحبِ حق کے حق کو بچایا جا سکے۔ (الہدایہ: ۳/۱۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حدود میں بھی اگر کسی کا مالی یا جانی حق متعلق ہو جائے، تو گواہی دینی ضروری ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر کسی قاتل نے ڈاکٹر کے پاس اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور حکومت نے حقیقی قاتل کی بجائے کسی دوسرے شخص کو گرفتار کر لیا ہے، پورا اندیشہ ہے کہ وہ بے گناہ شخص سزا کا مستحق ٹھہر جائے گا ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حکومت کو حقیقی مجرم کی نشاندہی کرائے، تاکہ اس معصوم شخص کی رہائی ممکن ہو سکے۔

۱۰۔ ایڈز کے مرض کا افشاء:

اگر ڈاکٹر کو ایڈز یا طاعون وغیرہ دوسرے متعدی امراض کے بارے میں خطرہ ہو کہ اس کا مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے گا تو ڈاکٹر اس مریض کے گھر والوں کو اس کے مرض سے واقف کرا سکتا ہے، تاکہ لوگوں کو اس کے مرض سے بچنا ممکن ہو سکے، کیونکہ فقہی قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کو قبول کیا جائے گا۔ **یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام** ' (الشباہ والنظائر لابن نجیم: ۸۷)

ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب.

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆